

## آزادی مارچ... تحریکِ آزادی کا تسلسل!



الحمد لله وسلام على عباده الذين اصطفى

برصغیر پر جب انگریزوں نے تسلط جمالیا تو حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے ہندوستان کو انگریزوں سے آزاد کرانے کے لیے انگریزوں کے خلاف جہاد کا فتویٰ دیا، آپ کے مرید سید احمد شہید اور شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہما نے اس فتوے کی روشنی میں علمِ جہاد بلند کیا اور بالاکوٹ کے مقام پر دونوں نے شہادت پائی۔ اس کے بعد ۱۸۵۷ء میں حاجی امداد اللہ مہاجر کی، مولانا رشید احمد گنگوہی، مولانا محمد قاسم نانوتوی اور حافظ ضامن شہید رحمۃ اللہ علیہم نے استخلاصِ وطن کے لیے انگریزوں کے خلاف جہاد کیا۔ اس کے بعد شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا عبید اللہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے رفقاء نے تحریکِ ریشمی رومال چلائی، جس کے نتیجے میں ہندوستان، پاکستان کے علاوہ مشرق وسطیٰ کے کئی اور ممالک کو بھی آزادی میسر آئی۔

تمام باشعور لوگ جانتے ہیں کہ پاکستان دو قومی نظریہ کے تحت وجود میں آیا اور پاکستان کی بنیاد میڈینہ اسلامی نظریہ پر رکھی گئی، بانیانِ پاکستان نے اسی نظریہ کے تحت تحریکِ پاکستان چلائی، لیکن ۷۲ سال گزرنے کے باوجود عملاً اسلام کو یہاں نافذ نہیں کیا گیا، بلکہ ملک چلانے والوں نے بڑی عیاری و مکاری اور دسیسہ کاری سے اس ملک کو سیکولر اور لادین ریاست باور کرانے کی راہیں اور جہتیں ڈھونڈنے اور تلاش کرنے میں اپنی صلاحیتیں اور توانائیاں صرف کرتے رہے، جس کے نتیجے میں نہ ہمارے ملک میں اسلامی نظام نافذ ہوا اور نہ ہی قوم کو صحیح معنی میں آزادی کا کوئی ثمرہ ملا، بلکہ اب ہمارا

تو اپنے رب کی طرف بلا ساتھ حکمت اور اچھی نصیحت کے اور ایسی بحث کر جو خوبی سے بھری ہو۔ (قرآن کریم)

ملک صرف اس کام کے لیے رہ گیا ہے کہ باہر سے کوئی حکم آئے اور ہمارے حکمران و مقتدر قوتیں اسے پاکستانی قوم پر نافذ کر دیں اور بیرونی قوتوں کے اشاروں اور ان کے مہروں کے ذریعہ یہاں حکومتیں بننے لگیں اور عہدے ملنے لگے۔ اس لحاظ سے پورا ملک اور پوری قوم استعمار کے ہاتھوں زیرِ غلامی نظر آنے لگی اور آزادی کے ثمرات کو ترسنے لگی۔ جیسا کہ سب جانتے ہیں کہ ۲۵ جولائی ۲۰۱۸ء کو پاکستان میں پورے ملک میں فوج کی نگرانی میں بظاہر قومی و صوبائی الیکشن ہوئے۔ متحدہ اپوزیشن نے متفقہ طور پر انتخابات کو دھاندلی زدہ قرار دیا، جس کی وجہ سے جمعیت علمائے اسلام نے متحدہ اپوزیشن کو رائے دی کہ قومی اور صوبائی اسمبلی میں حلف نہ اٹھائے جائیں، بلکہ مقتدر قوتوں کو مجبور کیا جائے کہ وہ دوبارہ صاف شفاف الیکشن کرائیں، لیکن دوسری سیاسی جماعتوں کے کہنے پر ان کو اپنا موقف واپس لینا پڑا، لیکن جمعیت اپوزیشن کا یہ بیانیہ لے کر کہ انتخابات میں سخت ترین دھاندلی ہوئی ہے عوام میں چلی گئی، ادھر انتخابات کے نتیجے میں بننے والی حکومت نے کئی ایسے اقدامات کیے کہ جن سے واضح لگتا تھا کہ یہ اقدامات آئین پاکستان کی خلاف ورزی، ملکی وحدت و سالمیت اور پاکستان کی آزادی و خود مختاری کے منافی ہیں، مثلاً: اس حکومت کے آتے ہی قادیانیوں کا پورے ملک میں فعال ہونا، اور میاں عطف قادیانی اور اس کی قادیانی ٹیم کو اقتصادی کونسل کا رکن بنانے کی کوشش کرنا، آسیہ ملعونہ جس کو دو عدالتوں نے حضور اکرم ﷺ کی توہین و گستاخی کی بنا پر ملکی قانون کے تحت سزائے موت سنائی تھی، سپریم کورٹ سے اس کو آزاد کرانے کی باعزت طور پر باہر بھجوانا، اور امریکہ میں جا کر جناب وزیر اعظم کا یہ کہنا کہ باوجود مذہبی طبقہ کی مخالفت کے میں نے آسیہ کو رہائی دلوائی۔ قومی اسمبلی میں تحریک انصاف کی ایک رکن قومی اسمبلی کا بر ملا اسرائیل کو تسلیم کرنے کی بات کرنا۔ اسرائیل کے طیارہ کا کسی خفیہ مشن پر اسلام آباد آنا اور دس گھنٹے تک یہاں رُکا رہنا۔ تحریک انصاف کی حکومت کا سینٹ میں یہ قانون لانا کہ حضور اکرم ﷺ کی توہین کے مدعی کا اپنے دعوے کو ثابت کرنا ضروری ہوگا، اگر ثابت نہ کر سکے تو اس کو سزائے موت ہوگی۔ ایران میں جا کر وزیر اعظم کا یہ کہنا کہ پاکستانی زمین ایران میں دہشت گردی کے لیے استعمال ہو رہی ہے۔ امریکہ میں جا کر یہ کہنا کہ اُسامہ بن لادن کے ٹھکانے کی اطلاع ہماری ایجنسی کے ایک ادارے نے دی اور یہ کہنا کہ القاعدہ کو ٹریننگ بھی ہماری ایجنسیوں نے دی۔ انسدادِ تجاویزات (اینٹی اینٹروپمنٹ) کے نام پر لوگوں کے گھروں اور دکانوں کو توڑنا، لاکھوں لوگوں کو نوکریوں سے بے دخل کرنا، گیس، بجلی، پیٹرول کو مہنگا کرنا، روپے کی قدر میں کمی اور ڈالر کو اونچی اڑان دینا۔ ہر ملک میں جا کر یہ کہنا کہ ہمارے ملک میں کرپشن ہے، ہمارے ادارے اور حکمران کرپٹ رہے ہیں، جس کی وجہ سے بیرونی سرمایہ کاری کا رُکنا۔ کے پی کے حکومت کے محکمہ تعلیم کا دینیات سے حضور اکرم ﷺ کے عقیدہ ختم نبوت کے متعلق مضامین کو تبدیل کرنا۔ اسکول و کالج کی لڑکیوں کے لیے پردہ اور حجاب پر والدین کے اصرار کے باوجود پابندی لگانا۔ قادیانیوں

اے ایمان والو! نہ ہی دوسرے کی برائیاں ڈھونڈو اور نہ ہی کسی کے پیٹھے پیچھے برائی کرو۔ (قرآن کریم)

کے سربراہ مرزا مسرور کا ایک سوال کے جواب میں یہ کہنا کہ: ہم پاکستان جاسکیں یا نہ جاسکیں، لیکن اتنا ضرور کہتا ہوں کہ پاکستان کا آئین ضرور بدلے گا، ان کا اس طرح آئین پاکستان کی تبدیلی کا طمع کرنا اور اُمید لگانا۔ آخر کیوں!؟

یہ سب وہ اقدامات اور بیانات ہیں جن کی بنا پر اپوزیشن کی نو جماعتوں نے تحریک چلانے کے لیے ایک رہبر کمیٹی بنائی، جس نے مقتدر حلقوں اور حکومت کے سامنے چار مطالبات رکھے:

۱:۔۔۔ وزیر اعظم جناب عمران احمد خان کا استعفیٰ، ۲:۔۔۔ صاف شفاف الیکشن کا انعقاد، ۳:۔۔۔ فوج کی کسی قسم کی مداخلت کے بغیر الیکشن، ۴:۔۔۔ پاکستان کے آئین کی حفاظت کی ضمانت۔ اور ان مطالبات کو لے کر جمعیت علمائے اسلام اور ان کے قائد حضرت مولانا فضل الرحمن صاحب دامت برکاتہم نے ملک کے طول و عرض میں پندرہ پر امن ملیں مارچ کرنے کے بعد ۲۷ اکتوبر کو کراچی میں کشمیری عوام کے ساتھ یکجہتی کے لیے یوم سیاہ منانے کے ساتھ آزادی مارچ کو شروع کیا، جو ۳۱ تاریخ کو رات گئے تک اسلام آباد پہنچا اور تیرہ دن تک وہاں رہا۔ یہ آزادی مارچ اتنا پُر امن اور منظم تھا کہ جس کی امن پسندی اور ملکی قانون کی پاسداری کی تعریف ملکی اور غیر ملکی میڈیا سب نے کی۔ اس آزادی مارچ سے جمعیت علمائے اسلام، سیاسی جماعتوں، تاجر برادری، ڈاکٹر حضرات، غریب عوام اور پاکستان و بیرون پاکستان رہنے والے مسلمانوں کو کیا فوائد حاصل ہوئے اس کی فہرست طویل ہے، لیکن چند فوائد یہاں ذکر کیے جاتے ہیں:

۱:۔ اس آزادی مارچ کے ذریعے دینی اقدار اور دینی تہذیب کا اصل چہرہ دنیا بھر کے سامنے آیا، اس لیے کہ جنرل پرویز مشرف کے دور حکومت سے اب تک دینی اور مذہبی طبقے کا جس طرح استحصال کیا گیا، اس کی مثال پاکستانی تاریخ میں نہیں ملتی۔ ہر ریاستی پالیسی میں مذہبی طبقے کو نشانہ پر رکھا گیا، آپریشن ہو یا کوئی پلان، پیغام ہو یا کوئی بیانیہ، شامت مذہبی طبقے ہی کی آتی تھی۔ تمام تر میڈیا، علماء، طلبہ اور دینی مدارس کی کردار کشی کرنے کو اپنی سعادت اور کمال سمجھتے تھے۔ مذہب کو دہشت گردی، قدامت پسندی اور تاریک خیالی سے جوڑا گیا۔ حکومتی وزراء ہوں یا ادنیٰ درجہ کے حکومتی اہلکار ہر ایک مذہبی طبقے کے لیے سوتیلی ماں کا کردار ادا کرتا نظر آیا۔ دینی طبقے کی غلط تصویر اور غلط چہرہ دنیا بھر کے سامنے پیش کیا گیا، جس سے بیرونی دنیا کی عوام، شعوری یا لاشعوری طور پر یہ سمجھنے لگی تھی کہ دینی لوگ متشدد، جنونی، انتہا پسند، فسادی، امن کے دشمن اور انسانی حقوق کے شعور سے عاری اور لاعلم ہوتے ہیں، داڑھی اور پگڑی، حجاب اور پردہ پر طرح طرح کے اعتراضات اور طعن و تشنیع کیا جاتا تھا، جس کو اس تحریک انصاف پارٹی نے تو اور زیادہ بڑھا دیا، حتیٰ کہ ۲۰۱۴ء کے دھرنے میں تو مشرقی تہذیب کا بالکل جنازہ نکال دیا گیا اور اسلامی جمہوریہ پاکستان میں یہاں تک بھی آوازیں سنی گئیں کہ ”میرا جسم میری مرضی“ اور پتا نہیں کیا کچھ خرافات اور واہیات قسم کے نعرے لگائے گئے۔ ایک وفاقی وزیر نے تو ایک تقریب

میں دورانِ بیان یہاں تک ہرزہ سرائی کی کہ: ”مستقبل کا سفر نوجوانوں نے خود کرنا ہے، مولویوں نے نہیں۔“ حالانکہ ہمارا پیارا ملک اسلامی جمہوریہ پاکستان ہے، اس کا آئین اسلامی ہے، اس ملک کا مذہب اسلام ہے۔ قرآن و سنت اس کا سپریم لاء ہے۔ کوئی قانون اسلامی تعلیمات کے خلاف نہیں بن سکتا۔ اگر وفاقی وزیر کی یہ ہرزہ سرائی مان لی جائے تو اسلام، قرآن اور حضور اکرم ﷺ کی سنت کے بارے میں آگاہی کیا یہودی، عیسائی یا پاکستان کے گویے اور سنگردیا کریں گے؟

اس آزادی مارچ کے ذریعے دنیا بھر کی عوام اور میڈیا پر یہ واضح ہو گیا کہ دینی لوگ تو سب سے زیادہ امن پسند، انسانی حقوق کے پاسدار، عورتوں کی عزت اور آزادی کے علم بردار، ملکی قوانین کا سب سے زیادہ احترام کرنے والے، آئین پاکستان کے وفادار اور پاکستان کے حقیقی محافظ لوگ ہیں۔

۲:- اسی طرح جمعیت علمائے اسلام پر کیا جانے والا یہ پروپیگنڈہ بھی اپنی موت آپ مر گیا کہ ان کے ساتھ صرف مدرسوں کے طلبہ ہیں، جب کہ پوری دنیا نے دیکھا کہ پورے ملک میں تمام مدارس میں تعلیم جاری رہی اور مدارس کے طلبہ و اساتذہ تعلیم و تعلم میں مصروف رہے۔ اس آزادی مارچ سے یہ بات کھل کر سامنے آگئی کہ جمعیت علمائے اسلام ملکی سطح کی جماعت ہے اور پاکستان کا ہر طبقہ اس کے ساتھ محبت رکھتا ہے۔ دینی و ملکی مسائل پر جمعیت کا متوازن اصولی موقف ہر محبت و وطن کو بھاتا ہے اور جمعیت کو اپنی پریشانیوں اور مسائل کا نجات دہندہ تصور کرتا ہے۔ اسی طرح یہ بھی ثابت ہو گیا کہ جمعیت علمائے اسلام، اس کی تنظیم انصار الاسلام اور دینی طبقہ پر امن، منظم اور نظم و ضبط کے حامل لوگ ہیں، جس کا مظاہرہ اور نظارہ پوری دنیا نے دیکھا کہ کراچی سے اسلام آباد تک پانچ دن پر محیط روڈ کا سفر بڑے امن اور اطمینان کے ساتھ کیا گیا، نہ روڈ پر چلنے والی گاڑیوں کو پریشانی، نہ ایسبولینس کے سامنے کوئی رکاوٹ، نہ کوئی دکان کا شیشہ ٹوٹا اور نہ ہی کسی گاڑی پر پتھراؤ ہوا۔ اسی طرح اس آزادی مارچ کی وجہ سے ملک بھر میں جمعیت کے ووٹ بینک میں اضافہ، اداروں کی آزادی، الیکشن میں فوج کی عدم شرکت کا وعدہ، آئین کے تقاضوں کی پاسداری، سول بالادستی کی تحریک کو تقویت، خوف اور جمود کی کیفیت کا خاتمہ اور اس بات کا اظہار کہ پر امن احتجاج صرف اہل مذہب ہی کر سکتے ہیں اور پاکستان کی تاریخ میں پہلی بار ایسا احتجاج ہوا جو پر امن اور حکومتی املاک کو نقصان پہنچائے بغیر مکمل ہوا۔

۳:- دینی مدارس کا تحفظ..... ایک عرصہ سے دینی مدارس، اس کے طلبہ، اساتذہ اور اس کا نظام و نصاب بیرونی دنیا کے اشاروں پر ہماری حکومتی ایجنسیوں کے نشانے پر تھا، کبھی ان کی فنڈنگ پر بحث، کبھی ان کی رجسٹریشن میں رکاوٹ، کبھی ان کے نصاب اور ان کے نظام میں خامیاں، کبھی ان کو قومی دھارے میں شامل کرنے کے دعوے اور بہلاوے سمیت کون سا وارا ایسا نہیں ہے جو ان پر نہ آزما گیا ہو؟ لیکن ان شاء اللہ! اس آزادی مارچ کے ذریعے یہ سب سب و شتم اور ظلم و جور کی دیواریں دھڑام سے زمین بوس ہو جائیں گی۔

۴:- اس آزادی مارچ کے ذریعے آئین پاکستان خصوصاً حضور اکرم ﷺ کے عقیدہ ختم نبوت اور ناموس رسالت کے قانون کا تحفظ ہو گیا، اب سالوں تک ان شاء اللہ! آئین پاکستان کی ان شقوں کو کوئی چھیڑنے کی جرأت نہیں کر سکے گا۔

۵:- اس آزادی مارچ سے سب سے زیادہ تکلیف اور پریشانی دو طبقوں اور دو حلقوں کو ہوئی ہے: ایک قادیانی اور دوسرا ان کا پشت پناہ اسرائیل، اس لیے کہ تحریک انصاف کے برسرِ اقتدار آنے سے قادیانیوں کو بہت زیادہ توقعات اور اُمیدیں وابستہ ہو گئی تھیں، جن کی بنا پر وہ بہت زیادہ دندناتے پھرتے تھے کہ اب آئین تبدیل ہوگا اور ہمیں غیر مسلم اقلیت سے ہمارے لے پا لک نکال لیں گے، لیکن ”بسا آرزو کہ خاک شدہ“ کے مصداق ان کی یہ اُمیدیں خاک میں مل گئی ہیں اور آئندہ کسی کو ہمت نہیں ہوگی کہ وہ آئین میں ان قادیانیوں کے حق میں کوئی ترمیم کرا سکے۔ اسی طرح اسرائیل جن کی چالیس سالہ انویسٹمنٹ اور فنڈنگ پر پانی پھر گیا ہے، اس لیے کہ انہوں نے اپنے تئیں یہ طے کر رکھا تھا کہ ۲۰۲۰ء میں اسرائیل کا تسلط اپنے ان حواری قادیانیوں کے ذریعے جنوبی ایشیا خصوصاً پاکستان پر ہو جائے گا، اس لیے یہ دونوں طبقے سب سے زیادہ پریشان ہیں۔

۶:- اس آزادی مارچ کے ذریعے تاجروں کو کچھ وقت کے لیے سکون کا سانس نصیب ہوا، اس لیے کہ وہ گورنمنٹ جو تاجروں کی کسی بات پر کان دھرنے کے لیے تیار نہ تھی، یکا یک ان کے ساتھ مذاکرات کے لیے تیار ہو گئی، یہ آزادی مارچ کا ثمرہ نہیں تو اور کیا ہے!؟

۷:- کے پی کے صوبہ کے وہ ڈاکٹر حضرات جو اپنے مطالبات کے حق میں احتجاج کر رہے تھے، جن پر پولیس کے ذریعے تشدد کیا گیا، ان پر مقدمات بنائے گئے، ان کو جیلوں میں ڈالا گیا، اس آزادی مارچ کے ذریعے ان کو ریلیف ملا، ان سے مقدمات ہٹائے گئے اور تھانوں و جیلوں سے ان کو رہائی نصیب ہوئی۔ بہر حال پر امن آزادی مارچ ۱۳ دن تک اسلام آباد میں رہا، جس نے نظم و تہذیب، امن و امان، گفتار کی شانستگی یا دلیل کی قوت کا لوہا منوایا ہے۔ اسی طرح حسنِ اخلاق اور عورتوں کی عزت و توقیر کے حوالہ سے عالمی سطح پر ممتاز اور نمایاں مقام حاصل کر چکا ہے۔

حضرت مولانا فضل الرحمن صاحب نے اس آزادی مارچ کے ذریعے عملاً یہ ثابت کر دیا کہ مارچ اور دھرنے، ڈانس، مخلوط ناچ گانوں اور ڈھول ڈھمکوں کے بغیر بھی کامیاب بنائے جاسکتے ہیں، حکومت کے خلاف دیئے جانے والے دھرنوں میں تہذیب و شرافت اور انسانی حقوق کی پاسداری کو یقینی بنایا جاسکتا ہے۔ بی بی سی رپورٹ کے مطابق جمعۃ المبارک کی نماز ۷ الاکھ ۶۰ ہزار سے زائد انسانوں نے اس آزادی مارچ کے پنڈال میں ادا کی، اس لاکھوں انسانوں کے احتجاج کو اعتدال کی راہ پر رکھنا یہ جمعیت علمائے اسلام اور انصار الاسلام کا انوکھا اور عظیم کارنامہ ہے۔

اسلام آباد کی سرزمین نے یہ عجیب منظر بھی دیکھا کہ یہاں آئے ہوئے لوگ اگرچہ آئے تو آزادی مارچ کے نام پر ہیں، سفید ریش بزرگ ہوں یا سیاہ ڈاڑھیوں والے نوجوان، کالج یونیورسٹی کے طلبہ ہوں یا سادہ لوح غریب عوام سب نمازیں بھی پڑھ رہے، قرآن کریم کی تلاوت بھی ہو رہی ہے، ذکروا ذکر کے حلقے بھی لگے ہوئے ہیں، تہجد بھی ادا ہو رہی ہے اور دن رات اللہ تعالیٰ سے دعائیں اور مناجات کے ذریعے سب کے سب نصرتِ خداوندی کے طلب گار بھی نظر آتے ہیں، اور جذبہ اتنا جوان کہ اپنی مدد آپ کے تحت سب مصارف برداشت کرنے اور اسلام آباد جیسی سخت سردی اور بارش کے باوجود کہہ رہے تھے کہ اگر ہمیں ایک مہینہ کیا ایک سال کا بھی حکم ہوگا تو ہم یہیں رہیں گے۔

مولانا نے اپنے تدبر، تفکر، حکمت، بصیرت اور جرأتِ رندانہ کے زور پر پاکستان کی تمام سیاسی اور مذہبی جماعتوں کو ایک کا ز اور ایک ہی کنٹینر پر لاکھڑا کیا۔ جمہوری تاریخ میں اس قدر کامیابی شاید ہی کسی اور سیاسی لیڈر کے حصہ میں آئی ہو۔ مولانا نے اس آزادی مارچ کے ذریعے سماجی اقدار کو فتح کیا۔ تمدنی روایات کو زندہ کیا، اسلامی طرز حیات کے نمونے دکھائے، سیاسیات کو سنجیدگی، وقار، متانت اور شائستگی سے مالا مال کیا، پاکستانی سیاست جسے مغربی گند سے بھر دیا گیا تھا، اسے مولانا نے نتھار کر سرخرو کیا۔ عدم تشدد اور پرامن لاکھوں کے مجمع کے سامنے حکمت و مصلحت کا ایسا بند باندھا کہ ایک جذباتی لہر بھی کنارہ کر اس نہ کر سکی۔ ڈاڑھی، پگڑی اور ٹوپی کا مان بڑھایا، کرتا اور رومال کی شان اونچی کی۔ مذہبی طبقے کی حقیقی تصویر ساری دنیا سے منوائی۔ مجبور قوم کو زبان دی، قوم کو جرأت کا سلیقہ دیا۔ پسے اور دبے ہوئے افراد کی ترجمانی کی، اسلامی اقدار کو اجاگر کیا۔ تہذیبِ اسلام کی آفاقیت تسلیم کرائی، قوم کا شعور بیدار کیا۔ اسی بنا پر ہماری جامعہ کے رئیس اور وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے صدر، اور عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے امیر مرکزیہ حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر دامت برکاتہم العالیہ نے حضرت مولانا فضل الرحمن صاحب کو تہنیتی خط لکھا، جو درج ذیل ہے:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

محترم و مکرم حضرت مولانا فضل الرحمن صاحب حفظہم اللہ تعالیٰ

(السلام) علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

پاکستانی قوم کی مشکلات، مصائب و آلام اور کرب و اذیت کے ازالہ، آئین پاکستان کی حفاظت، خصوصاً ناموس رسالت اور ختم نبوت کے قانون کے تحفظ کے لیے آپ نے جو علم جہاد بلند کیا ہے، میں اس پرامن تحریک اور کامیاب آزادی مارچ پر اپنی جماعت عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی جانب سے آپ کو مبارک باد پیش کرتا ہوں اور میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ کی اور اس آزادی مارچ میں شریک جماعتوں، افراد اور تمام کارکنان کی حفاظت فرمائے اور آپ سب حضرات کو تمام مقاصدِ عالیہ میں سرخروئی اور کامیابی عطا فرمائے۔

رسول اللہ ﷺ بیمار کا حال دریافت فرمایا کرتے تھے۔ (سنن ابی داؤد)

اس آزادی مارچ میں میرا شرکت کا ارادہ تو تھا، لیکن مرض کی شدت اور ڈاکٹر حضرات کی جانب سے سفر کی ممانعت کی بنا پر شرکت سے معذور ہوں۔ اُمید ہے میری صحت کے لیے آپ دعا فرمائیں گے۔

والسلام

(مولانا ڈاکٹر) عبدالرزاق اسکندر

امیر مرکز یہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت

۴ ربیع الاول ۱۴۴۱ھ مطابق ۲ نومبر ۲۰۱۹ء

اس لیے راقم الحروف ضروری سمجھتا ہے کہ ہمارے علمائے کرام خواہ مدارس سے وابستہ ہوں یا کسی مسجد کے خطیب، تبلیغی جماعت سے منسلک ہوں یا کسی اور دینی شعبہ سے جڑے ہوئے، ہر ایک اپنی ذمہ داریاں ادا کرنے کے ساتھ ساتھ جمعیت علمائے اسلام یا کسی اور دینی سیاسی جماعت سے ضرور تعلق جوڑے اور الیکشن کے وقت صرف اور صرف دینی اور مذہبی ذہن رکھنے والی جماعت کو ہی ہر طریقے پر سپورٹ اور معاونت کرے، تاکہ دینی طبقہ ہی اس ملک کی باگ ڈور سنبھال کر اس ملک اور قوم کو مشکلات سے نکال سکے۔ دینی لوگ اپنی اپنی جگہ اور اپنی اپنی سطح پر کتنا ہی دین کا کام کیوں نہ کر رہے ہوں جب تک قانون ساز اور قانون نافذ کرنے والے اداروں میں دینی لوگوں کی بھرپور نمائندگی اور شمولیت نہیں ہوگی، اس وقت تک قوم کی حفاظت، ملک کی خدمت، دین کی تبلیغ، دین کا نفاذ اور دینی طبقہ پر کیے جانے والے ہر طرح کے حملوں کا مؤثر جواب نہیں دیا جاسکتا، جیسا کہ بنگلہ دیش کی مثال ہمارے سامنے ہے، وہاں علماء کی کثرت کے باوجود وہ اپنی بات حکومت سے منوانے، دینی اقدار، اور اسلامی تہذیب کو ملکی شناخت دلانے کی پوزیشن میں نہیں۔ اس لیے ہمیں اس پہلو پر سوچنے اور عمل کرنے کی بہت زیادہ ضرورت ہے۔

ہمارے ملک کے معروف صحافی اور سینئر تجزیہ نگار جناب اوریا مقبول جان صاحب نے ۶ نومبر ۲۰۱۹ء کو روزنامہ ۹۲ نیوز میں ایک کالم ”کرتار پورہ راہداری اور مذہبی سیاست گرمی“ کے عنوان سے لکھا، جس کے پڑھنے سے محسوس ہوتا ہے کہ موصوف کا یہ پورا کالم صرف مذہبی طبقے کو گالیاں دینے اور جناب عمران خان نیازی کی صفائی دینے پر وقف ہے، اس کے علاوہ اس کا کوئی مقصد نہیں۔

موصوف لکھتے ہیں: ”جب سے کرتار پورہ راہداری کھول کر سکھوں کے مقدس ترین مقام کو راستہ دینے کا اعلان ہوا ہے، ہمارے مذہبی، مسلکی، جمہوری اور سیاسی راہنماؤں نے اسے درپردہ قادیانیوں کو سہولت دینے کی سازش قرار دیا ہے۔ پھر انہوں نے لکھا کہ: کرتار پورہ لاہور سے ۱۴۵ کلومیٹر ہے، ربوہ سے لاہور ۷۰ کلومیٹر اور لاہور سے قادیان براستہ امرتسر ۱۰۲ کلومیٹر، یہ کل آٹھ گھنٹوں کا سفر ہے۔ اب قادیانیوں اور حکومت کی ملی بھگت سے قادیانی پہلے ربوہ سے ۷۰ کلومیٹر سفر کر کے لاہور، پھر یہ بے وقوف

رسول اللہ ﷺ مغرب کی نماز افطار کے بعد پڑھا کرتے تھے۔ (متدرک حاکم)

۱۰۲ کلومیٹر صاف ستھری سڑک کا راستہ چھوڑ کر ۱۴۵ کلومیٹر صاف شفاف روڈ چھوڑ کر ۱۴۵ کلومیٹر ٹوٹی پھوٹی روڈ کرتار پور جائیں گے اور پھر وہاں سے ۴۴ کلومیٹر مزید فاصلہ طے کر کے ایک اور بوسیدہ سڑک پر سفر کر کے قادیان پہنچیں گے، یعنی سفر کی اذیت کے علاوہ چار گھنٹے مزید سفر بھی کریں گے، لیکن کمال ہے اس عصبیت اور منافقت کا جو عمران خان کی دشمنی میں ہمارے مذہبی طبقے کو بھی جھوٹا پروپیگنڈا کرنے پر مجبور کرتی ہے۔ آگے چل کر لکھتے ہیں: ایسے میں اگر ایک سلیم الفطرت قادیانی بچہ بھی دین کی طرف مائل ہونے سے رُک گیا تو اس کا گناہ ان تمام مذہبی لوگوں پر ہوگا جو جھوٹ کو سیاست کے لیے استعمال کرتے ہیں۔“

میرے محترم! کرتار پورہ راہداری کھولنے کو ہمارے مذہبی، مسلکی، جمہوری اور سیاسی راہنماؤں نے درپردہ قادیانیوں کو سہولت دینے کی سازش یوں ہی قرار نہیں دیا، اس راہداری کو کھولنے کا مطلب صرف یہاں سے گزرنا ہی نہیں، بلکہ مستقبل میں سکھ اور قادیانی گٹھ جوڑ سے ہمارے ملک پاکستان کے خلاف ایک بڑی سوچی سمجھی سازش تیار کی جا رہی ہے، جس کا ذکر آج سے پچاس سال قبل مرحوم شورش کاشمیری نے اپنی کتاب عجمی اسرائیل اور تحریک ختم نبوت میں کر دیا تھا۔

۲:- آپ نے جو حساب و کتاب لگایا ہے اور واہگہ بارڈر کی طرف سے راستہ کا کام ہونا، آرام دہ ہونا اور کرتار پورہ راستے کا زیادہ ہونا اور روڈ کا ٹوٹا ہوا ہونا بتایا ہے، یہ خود سوچیں کہ یہ کتنا کمزور اور بے وزن دلیل ہے۔ بات یہ ہے کہ جب قادیانیوں کو بتایا جائے گا کہ ہمارے مرزا غلام احمد قادیانی متحدہ ہندوستان کے وقت آنے جانے میں یہی راستہ اختیار کیا کرتے تھے تو آپ ہی بتلائیے مرزا غلام قادیانی کا کون پیر و کار ایسا ہوگا جو سفر کی طوالت اور پر مشقت ہونے کے باوجود اپنے نبی کی سنت پر عمل کرتے ہوئے اس راستہ کو اختیار نہیں کرے گا؟!

۳:- سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ سکھ انڈیا کے ہوں یا لندن کے، کیوں بار بار قادیانیوں کے قادیان اور لندن کے مراکز میں جا جا کر ان قادیانیوں کا شکر یہ ادا کر رہے ہیں؟ آخر کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے؟

۴:- قادیانیوں نے کرتار پورہ پہنچ کر اور لندن سے اپنے بیانات کے ذریعے خود کہا کہ: یہی کرتار پورہ والا راستہ ہی ہم استعمال کریں گے۔

۵:- انڈیا اور پاکستان کی حکومتوں کے درمیان اس کرتار پورہ راہداری پر جو معاہدہ ہوا، اس میں واضح یہ کیوں لکھا گیا کہ یہ راہداری صرف سکھوں کے استعمال کے لیے نہیں، بلکہ تمام مذاہب کے لوگ اس راہداری سے آجاسکیں گے؟ یہ وہ تمام حقائق ہیں جن کی بنا پر تمام مذہبی، مسلکی، جمہوری اور سیاسی راہنماؤں نے اسے درپردہ قادیانیوں کو سہولت دینے کی سازش قرار دیا۔

ادھر کرتار پورہ راہداری کھولنے کی ۹ نومبر ۲۰۱۹ء کی تقریب جس میں ہمارے وزیر اعظم سمیت

کئی وفاقی وزراء اور مقتدر اداروں کے سربراہان براجمان ہوئے، اور انہوں نے اس کو ملکی لیول کی کوئی تقریب باور کرائی، انڈیا نے اس کو اہمیت نہ دیتے ہوئے اپنا وزیراعظم تو درکنار کوئی وفاقی سطح کا وزیر بھی اس تقریب میں نہیں بھیجا۔ یہ تو حال ہے ہماری خارجہ پالیسی اور ڈپلومیسی کا۔

دوسرا یہ کہ ہم جن سکھوں کے لیے ۱۴۲ ایکڑ پر مشتمل گردوارہ کو بڑھا کر ۱۸۴۲ ایکڑ پر لے گئے اور دنیا کا سب سے بڑا گردوارہ بنا کر اور اربوں روپے ہم نے اس پر جھونک دیئے، وہ سکھ پاکستان کے خلاف ہرزہ سرائی کر رہے ہیں کہ ہم پاکستان میں گھس کر مرید کے اور بہاولپور میں کارروائیاں کرائیں گے اور ہم پاکستانی لوگوں کو ان کی فوج کے خلاف کرا کر اپنا بدلہ لیں گے، حالانکہ یہ وہی سکھ ہیں کہ پاکستان بناتے وقت ہمارے آباء واجداد کو سب سے زیادہ انہوں نے قتل کیا، ہماری ماؤں بہنوں کی عصمت دری انہوں نے کی، ہم ان تمام باتوں کو بھلا کر آج دنیا کا سب سے بڑا گردوارہ بنا کر ان کو نواز رہے ہیں۔ دنیا کا مؤرخ کیا لکھے گا کہ آج کی حکومت اور مقتدر قوتیں اپنے آباء واجداد سے غداری اور ان کے خون کا سودا کر رہی تھیں یا اپنے ماضی سے نابلد اور جاہل تھیں۔

ہماری حکومت نے تو قوم کو یہ باور کرایا تھا کہ ہم سکھوں پر یہ احسان اس لیے کر رہے ہیں کہ وہ کشمیر سمیت پاکستان کے مفادات میں ہمارا ساتھ دیں گے، پاکستانی مفادات اور کشمیر میں ساتھ دینے کی بجائے اُلٹا دولاکھ سکھوں کی فوج ہمارے کشمیری بھائیوں، بہنوں اور بیٹیوں کو ریٹھال بنا کر ان کو قتل، زخمی اور ان کی عصمت دری کر رہی ہے۔ کیا ہماری حکومت بتا سکتی ہے کہ کسی ایک سکھ نے بھی ہمارے اس احسان کا بدلہ دیتے ہوئے انڈیا کی فوج سے استعفیٰ دیا ہو یا کشمیری بھائیوں کے حق میں کوئی آواز بلند کی ہو۔ اگر ایسا نہیں ہے اور یقیناً ایسا نہیں ہے تو ملکی مفاد کے خلاف اتنا بڑا رسک کیوں لیا گیا؟ حالانکہ سکھ بر ملا یہ اعلان کر رہے ہیں کہ: ہم انڈیا کے ساتھ ہیں، ہم اس کی فوج کا حصہ ہیں اور ہم انڈیا کے مفادات کو مقدم رکھیں گے، آخر ایسا کیوں؟

محسوس یوں ہوتا ہے کہ ہماری حکومت اور مقتدر قوتوں نے مغربی استعمار کی خوش نودی اور حکم کی بجا آوری میں یہ طے کر رکھا ہے کہ اس ملک میں ہم نے دین اسلام کی توہر آواز کو مذہبی کارڈ کا نام دے کر اسے دباننا اور خاموش کرانا ہے اور غیر مسلم چاہے وہ سکھ ہوں یا ہندو، بدھ مذہب کے لوگ ہوں یا قادیانی و عیسائی ان کی ہر ایک بات کی تشہیر اور ان کے ہر مذہبی تہوار کو اپنے میڈیا کے ذریعے خوب اُجاگر کرنا ہمارا منشور اور ایجنڈا ہے، تاکہ مغربی آقاؤں کو پیغام دیا جاسکے کہ دیکھیے! ہم کتنا رواداری کا مظاہرہ کر رہے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اس تقریب میں شریک ہمارے پاکستان کے وزیر خارجہ اعلان کرتے ہیں کہ ہم گیارہ ارب روپے خرچ کر کے ۴۰۰ مندروں کی تعمیر کریں گے، نعوذ باللہ من ذلک۔ کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ یہ اعلان ایک اسلامی جمہوری ملک کے وزیر خارجہ کا اعلان ہے؟!

آخر یہ حکومت دین کے خلاف کیا کرنا چاہتی ہے؟ کیا کوئی ایسا رجل رشید نہیں ہے جو اس حکومت سے پوچھ سکے کہ آپ کی معاشی حالت اس کی اجازت دیتی ہے؟ جس ملک میں ہسپتالوں کے لیے فنڈ نہ ہو، دوائیوں کے لیے رقم نہ ہو، یونیورسٹیوں کے لیے بجٹ نہ ہو تو ایسے ملک میں گردوارہ اور مندروں کی تعمیر میں اربوں کھربوں روپے لگانا چہ معنی دارد؟ ہماری حکومت تو ۴۰۰ مندر بنانے پر تلی ہوئی ہے، جب کہ انڈیا اپنے ملک میں مساجد کو توڑ رہا ہے۔ بابر کی مسجد کی جگہ ان کی سپریم کورٹ مندر بنانے کا فیصلہ دے رہی ہے اور ہماری حکومت ان کی مذمت میں ایک لفظ تک نہیں بول سکی۔

لگتا یوں ہے کہ یہ بین الاقوامی ایجنڈا ہے کہ اسلام، اسلامی اقدار اور اسلامی تہذیب کو اسلامی ممالک سے دیس نکالا دیا جائے۔ اس نے سعودی عرب، عرب امارات اور پاکستان میں حکمرانوں کو اس کام پر لگایا ہوا ہے کہ تم اپنے اپنے ممالک میں ہندوؤں، سکھوں اور بدھ مذہب کے لوگوں کی دلداری، اور ان کی خوش نودی کے لیے مندر اور گردوارے بنانے سمیت ہر وہ کام کرو جو دین اسلام اور مسلمانوں کے مذہبی شعائر، ان کی تہذیب اور اقدار کے خلاف ہو جس سے ظاہر ہو سکے کہ واقعی یہ حکومتیں ہماری فرماں بردار اور ہمارے احکامات کو پوری تہذیب سے بجالا رہی ہیں، یا افسفی علیٰ امراء المسلمین۔

۱۶ نومبر ۲۰۱۹ء کو ناروے کے جنوبی شہر کرسٹینڈ سینڈ میں قرآن کریم کی توہین اور نذر آتش کرنے کا افسوسناک واقعہ پیش آیا، اسلام مخالف تنظیم (سیان) کے کارکنوں نے ریلی نکالی، جس میں قرآن کریم کی شدید بے حرمتی کی گئی اور ایک نئے کو آگ لگا دی۔ اس موقع پر پولیس خاموش تماشاخی کا کردار ادا کرتی رہی اور تنظیم کے سربراہ لارس تھورسن کو روکنے کی کوشش نہیں کی۔ اس دل خراش واقعہ کو دیکھ کر ایک مسلم نوجوان عمر الیاس یا عمر دھاہ نے اس قرآن جلانے والے ملعون کو دھکا دیا اور قرآن کریم کو آگ سے بچانے کی کوشش کی۔ اس اقدام سے دوسرے مسلمانوں کو بھی ہمت ہوئی اور انہوں نے قرآن کریم کو بچانے کی کوشش کی تو پولیس نے ان سب کو گرفتار کر لیا۔ افسوس کی بات یہ ہے کہ اس واقعہ پر سوائے ترکی حکومت کے کسی اسلامی ملک نے احتجاج نہیں کیا اور نہ ہی اس حکومت نے اس پر کوئی آواز اٹھائی۔

ہم اس واقعہ کی پرزور مذمت کرتے ہیں اور تمام اسلامی حکومتوں سے مطالبہ کرتے ہیں کہ اسلامی وزرائے خارجہ کی کانفرنس بلا کر ان کو سخت پیغام دیا جائے اور ایسے موہن قرآن کو عبرت ناک سزا دلوانے کے لیے بین الاقوامی عدالت میں اس پر مقدمہ قائم کرایا جائے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ سیدنا محمد وعلی آلہ وصحبہ أجمعین

